اکرام اللہ ساجد کیلانی
قسط ۳ (آخری)

ع دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

اِک وکیلِ بدعت کے جواب میں!

شریعتِ اسلامیہ پوری کی پوری کتاب وسنت میں منحصر ہے، اور اس کائنات میں کتاب وسنّت سے بڑی کوئی سچائی اور موجود نہیں ـــــ کتاب اللہ کے بارے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"لَا يَأْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ط تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ" (حٰمٓ السجدة : ۴۲)

"اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے، نہ پیچھے سے (یہ دانا) حکمت والے، خوبیوں والے (رب) کی اتاری ہوئی ہے!"

جب کہ فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے اسی کتابِ الٰہی میں ارشاد ہوا:

"وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى" (النجم : ۳-۴)

"(رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) خواہشِ نفس سے بات بنا کر نہیں کہتے (ان کا فرمان تو) صرف وحی ہے، جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے"

کتاب وسنت کی اس حیثیت کے پیشِ نظر علامہ صاحب وضاحت فرمائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ہر بدعت کے ضلالت ہونے کی خبر دے کر بالآخر اس کا ٹھکانا جہنم بتلائیں، لیکن ان کے نزدیک خود کتاب وسنّت بھی بدعات سے محفوظ نہ ہوں، بلکہ انہی کے رہینِ منّت! ـــــ جیسا کہ ان کے سوالات سے ظاہر ہے ـــــ تو پھر کتاب وسنت کے بارے

ان کا عقیدہ کیا ہے، اور ان کی حقانیت کے بارے ان کے ہاں کیا تصور پایا جاتا ہے؟ — اس کے باوجود اگر وہ ان پہ ایمان کے دعوے دار ہیں، تو اپنے اس دین وشریعت کو، جو خود ان کے نزدیک بھی تضادات سے خالی نہیں، وہ اغیار کے سامنے کیسے پیش کر سکیں گے، اور انھیں اِن کی سچائی کا قائل کر کے دینِ اسلام میں کیونکر داخل کر سکیں گے؟ — سچ ہے

ع ہوئے تم دوست جس کے، دشمن اس کا آسماں کیوں ہو؟

اس کے برعکس ہم یہ کہتے ہیں کہ کتاب وسنت منزّل من اللہ ہیں — اور شارع (اللہ ربّ العزّت) کو جو علّام الغیوب ہیں، ہمیشہ سے یہ علم تھا کہ کتاب وسنت اپنے مخاطبین کے درمیان ان تمام مراحل میں سے گزریں گے، جن کا علامہ صاحب نے اپنے سوالات میں تذکرہ فرمایا ہے — یعنی قرآنِ مجید کی مع اعراب کتابت وطباعت، اس کی کتابی شکل — رکوع، ربع، نصف، ثلث اور تیس اجزاء میں اس کی تقسیم — نیز تدوینِ حدیث، حفاظتِ حدیث کے لیے جملہ ناگزیر اقدامات — پھر کتاب وسنت کی مدارس میں درس و تدریس اور اس سلسلہ میں ان کے معادن علوم سے استفادہ وغیرہ! — بایں ہمہ اللہ ربّ العزّت نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ یہ کہلوایا کہ:

"کلّ محدثة بدعة وکلّ بدعة ضلالة"

"(دین وشریعت میں) ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے!"

نیز فرمایا:

"من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھو ردّ"

"جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نیا کام نکالا، جو اس میں سے نہیں، تو وہ مردود ہے!"

— جب کہ کتاب وسنّت میں تضاد واختلاف کا وجود بھی محال ہے، لہٰذا یہ ناممکن ہے کہ کتاب وسنت جس بات سے اجتناب کا یوں سختی سے حکم دیں، اس سے وہ خود بھی محفوظ ومصئون نہ ہوں — پس ان تمام باتوں کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مذکورہ امور کا تعلق بدعات سے نہیں!

مزید اطمینان کی خاطر اللہ تعالیٰ نے زبانِ نبوت ترجمان سے یہ بھی کہلوا دیا کہ:

"لا یجتمع امّتی علی الضّلالة"

"میری امت ضلالت پر جمع نہیں ہوگی !"

چنانچہ مختصراً ہم ذکر کر چکے کہ علامہ صاحب کے ذکر کردہ تمام امور پہ چونکہ پوری امت متفق ہے، لہٰذا یہ ضلالۃ نہیں ـــ جب کہ بدعت ضلالۃ کا دوسرا نام ہے، تو پھر یہ جملہ امور بدعت کیوں کر ہو سکتے ہیں ؟

علامہ صاحب نے دیکھا کہ یہ راہ کس قدر آسان، محفوظ اور بے خطر ہے ؟ ـــ نیز ایسا طرزِ فکر کہ جس سے دینِ اسلام یا کتاب وسنت کی صداقت پر نہ صرف کوئی حرف نہیں آتا، بلکہ بجائے خود یہ دینِ حنفٰ اور شریعتِ مطہرہ کے کمال وجامعیت اور ان کی صداقت و حقانیت کی ایک دلیل ہے۔

بہر حال کتاب وسنت سے متعلقہ، علامہ صاحب کی متذکرہ بالا باتوں کے حوالہ سے کسی بھی پرستارِ بدعت کو یہ گنجائش نہیں مل پاتی کہ وہ بدعات کو راہ دے کر دینِ اسلام کے چشمۂ صافی کو مکدر کر سکے ـــ اس کے باوجود اگر علامہ صاحب نے انھیں اپنی مروجہ عید میلاد پر بطورِ دلیل پیش کیا ہے تو ہم اِن پر ایک دوسری طرز سے تفصیلاً گفتگو کرتے ہیں کہ سطورِ بالا میں ہم علامہ صاحب سے اس کا وعدہ بھی کر چکے ہیں ! ـــ اس کے لیے قرآنِ مجید کی درج ذیل آیت ہمارے پیشِ نظر ہے :

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ" (آلِ عمران : ۱۶۴)

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسانِ عظیم فرمایا کہ ان میں انھی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ان پر اس کی آیات تلاوت کرتا ہے، ان کا تزکیۂ نفس کرتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے ـــ جبکہ اس سے قبل وہ صریح ضلالت میں مبتلا تھے !"

علامہ صاحب !

یہ وہی آیت ہے، جس کے ابتدائی چند الفاظ سے آپ نے عید میلاد کشید کرنے کی کوشش فرمائی ہے، اور ہم ثابت کر چکے کہ آپ بری طرح ناکام رہے ـــ ہاں اسی کو بنیاد بنا کر ہم ان شاء اللہ آپ کی ذکر کردہ ان تمام باتوں کا شرعی ثبوت مہیا کریں گے ،

جنھیں انتہائی حماقت کا مظاہرہ اور شدید گستاخی کا ارتکاب کرتے ہوئے آپ نے بدعت کہہ دیا ہے ـــــ وبیدہ التوفیق !

● آیت بتلا رہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرضِ منصبی آیاتِ قرآنی کی تلاوت بھی تھا ـــ اب ظاہر ہے کہ بلا اعراب آپؐ انھیں تلاوت نہیں فرماتے تھے ـــ ہاں اگر بلا اعراب ان کی تلاوت ممکن ہے تو ذرا کوشش کر دیکھیں ـــ چنانچہ زیر، زبر، پیش، جزم اور تشدید کے ساتھ خود حضورؐ بھی انھیں پڑھتے رہے، صحابہ کرامؓ بھی، تابعینؒ بھی، تبع تابعینؒ بھی، اور عام مسلمان بھی ہر ہر حرف پر دس دس نیکیوں کی بشارت سنّت وحدیث سے لیتے ہوئے آج تک برابر پڑھتے چلے آرہے ہیں ـــــــــ اور تاقیامت پڑھتے چلے جائیں گے ـــ ارشاد فرمایئے کہ یہ کام بدعت ہے ؟ ـــ کیا اللہ تعالیٰ نے بدعت کے کام پر حضورؐ کو مامور فرمایا تھا، جو ساتھ ہی ساتھ "کلّ بدعۃ ضلالۃ" کی خبر بھی دے رہے ہیں ؟ ـــ یا آپ کے خیال میں جو کام حضورؐ خود کریں، وہ بھی بدعت ہوتا ہے ؟

مختصراً، اعراب کے بغیر تلاوتِ قرآن ناممکن ہے، جب کہ خود تلاوتِ قرآن حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کا منصب ! ـــ تو پھر اعراب کا تعلق سنت سے ہے، آپ نے انہیں بدعت کیوں کر کہہ دیا ہے ؟

اگر اعتراض اعرابؔ کے احاطۂ تحریر میں آنے پر ہے، تو اولاً یہ کام خیرالقرون میں ہو چکا، لہٰذا یہ بھی بدعت نہیں ـــ کیوں کہ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"خیر النّاس قرنی ثمّ الذین یلونھم ثمّ الذین یلونھم ـ الخ" !

(متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ)

ـــ تب آپ حضورؐ کو لقمے دینے والے کون ہوتے ہیں ؟

ثانیاً، قرآنِ مجید صرف عربوں کے لیے نازل نہیں ہوا تھا، پوری امتِ مسلمہ کو اس کے پڑھنے کی ضرورت تھی اور وہ اس کے پڑھنے کی مکلّف، جس میں ہر علاقہ کے اور ہر زبان بولنے والے لوگ شامل ہیں ـــ پس عجمی لوگ اعراب کی مدد کے بغیر اسے کیوں کر پڑھ سکتے تھے ؟ ـــ جب کہ (مثلاً) "صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ" میں "اَنْعَمْتَ" کی "ت" پر اگر زبر کی بجائے پیش پڑھی جائے (یعنی "اَنْعَمْتَ" کی بجائے "اَنْعَمْتُ") تو پڑھنے والا

گویا خود خدائی کا دعوے دار بن بیٹھنا ہے ـــــ تو کیا قرآنِ مجید کو صحت کے ساتھ پڑھنا پڑھانا بدعت ہے، جبکہ حضورؐ خود بھی اس کا التزام کرتے تھے؟ ـــــ یا پھر آپ کے خیال میں اسے پڑھنا ہی نہ چاہیے؟ اور اگر پڑھنا چاہیے، تو کیا غلط بھی پڑھ لینا چاہیے؟ ـــــ ہاں اگر التزامِ صحت کے ساتھ آپ اس کے پڑھنے پڑھانے کے قائل ہیں تو معمولی پڑھا لکھا تو کجا، کسی گریجویٹ کے سامنے بغیر اعراب کی چند آیاتِ قرآنی رکھ کر دیکھیے، کیا وہ انھیں درست پڑھ سکے گا؟ ـــــ اور کو تو چھوڑیئے، علامہ صاحب! اگر خود آپ کا اس سلسلہ میں امتحان لیا جائے تو وثوق کامل ہے کہ آپ بھی ان شاء اللہ فیل ہی ہوں گے! ـــــ آپ یقین فرمائیں، آپ سے قبل آپ ہی کے مکتبِ فکر کے ایک اور علامہ صاحب، جن کے ایک مضمون کا ہم نے "اہلِ سنّت کون؟" کے عنوان سے تعاقب کیا تھا (اور جو پورا سال گزر جانے کے باوجود آج تک نہیں بولے) ـــــ وہ ایم۔اے بھی ہیں، گولڈ میڈلسٹ بھی، حکیم بھی، مناظر ابنِ مناظر بھی ـــــ پھر باپ بیٹا دونوں حافظِ قرآن ہیں۔ بیٹے کی تحریر بھی، والدِ گرامی قدر، جو مفتی بھی ہیں اور شیخ القرآن و شیخ الحدیث کہلاتے ہیں، نگران تھے ـــــ علاوہ ازیں دونوں ہی ایک آستانہ عالیہ کے فیض یافتہ بھی ہیں، جبکہ مضمون کے کاتب صاحب بھی ایم۔اے، گولڈ میڈلسٹ کا اعزاز رکھتے ہیں ـــــ لیکن قرآنِ مجید کی ایک آیت کے چند الفاظ: "یُوم تبیضّ وجوہ و تسودّ وجوہ" کے اعراب وہ درست نہیں لکھ سکے تھے ـــــ اگر آپ مطالبہ کریں گے تو ان کے مطبوعہ پمفلٹ کے اس صفحہ کی فوٹوسٹیٹ آپ کو روانہ کر دیں گے، جس پر یہ الفاظ بھی موجود ہیں اور ان کی مذکورہ ڈگریاں اور القاب بھی! ـــــ علامہ صاحب، ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ بھی آپ کی طرح اعرابِ قرآنی کی کتابت کو بدعت سمجھتے ہوں!

بہر حال، کتابتِ اعراب تلاوتِ قرآن کی ناگزیر ضرورت ہے، جبکہ قرآنِ مجید کی تلاوت شریعت کا حصّہ ہے اور قرآنِ مجید خود شریعت! ـــــ تو کیا آپ کے خیال میں خود شریعت بھی بدعت ہوتی ہے؟

تلاوتِ قرآن ہی کی دوسری ناگزیر ضرورت رکوع، ربع، نصف، ثلث اور تیس اجزاء میں اس کی تقسیم بھی ہے ـــــ نیز مثلاً آپ ایسے لوگوں سے بحث و جدل کے وقت حوالہ دینے کے لیے، قرآنِ مجید کا کوئی مقام یاد رکھنے کے لیے، اسے تلاش کرنے کے

لیے ـــ کسی مسئلہ کے حل کے لیے، استدلال کے لیے، استنباط کی خاطر مطلوبہ مقام دیکھنے کے لیے ـــ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حفظِ قرآن کے لیے، جس کی فضیلت ظاہر و باہر ہے اور جو حفاظتِ قرآن کے سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے، یہ تقسیم لابدی ہے ـــ ورنہ تو قرآنِ مجید کی مقصدیت ہی ختم ہو جائے گی، کیوں کہ اس سے فائدہ اٹھانا محال ہوگا!

ـــ علامہ صاحب، جس قرآنِ مجید کا پڑھنا پڑھانا قیامت تک مقدر ہو چکا، جو دستورِ حیات بھی ہے اور آخرت کی فوز و فلاح کا ضامن بھی ـــ اس کی ایسی ضروریات کہ جن کے بغیر امت ایک قدم بھی نہ چل سکے، وہ کیا آپ کی دانست میں بدعت و ضلالت ہیں؟

ثالثاً ـــ انہی ناگزیر ضروریات کی بناء پر مذکورہ امور، جو شریعت کا لازمہ ہیں اور مقاصدِ شریعت کی تکمیل کا سبب بھی، ان پر پوری امت متفق ہے ـــ حتیٰ کہ خود آپ بھی "وِچّوں" ان کے جواز کے قائل ہیں ـــ چنانچہ جس کام پر امت متفق ہو اور وہ اس کی لازمی شرعی ضرورت بھی ہو، وہ بدعت (یا بالفاظِ دیگر) ضلالت کیونکر ہو سکتا ہے؟ ـــ ہاں عید میلاد ضرور بدعت ہے، کہ تمام اہل حدیث اور دیوبندی حضرات اسے ببانگِ دہل بدعت کہتے ہیں اور اس کی انھیں قطعاً ضرورت بھی نہیں ـــ تب اس بدعت کے ڈانڈے آپ نے اعرابِ قرآنی وغیرہ سے کیونکر ملا دیئے ہیں؟

● آیت بتلا رہی ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرضِ منصبی تلاوتِ آیاتِ قرآنی کے علاوہ تعلیمِ کتاب (یعنی قرآنِ مجید) بھی تھا، اور "العلماء ورثة الانبیاء" نیز "بلّغوا عنّی ولو آیة" کے تحت یہ کام آپؐ کے بعد علماء کے علاوہ ہر مکلّف شخص کو بھی انجام دینا تھا ـــ بلکہ دستورِ حیات ہونے کے ناطے پوری امتِ مسلمہ کو تعلیمِ قرآن کی ضرورت تھی ـــ ورنہ کیا آپ اس کے قائل نہیں ہیں؟ ـــ تعلیمِ قرآن کے اسی فریضہ کی تکمیل کے لیے اس کی کتابت خود حضورؐ کے دور میں ہوئی، انہی منتشر اجزاءِ قرآنی کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے باتفاق صحابہ کرامؓ جمع کیا، حضرت زیدؓ نے انھیں مصحف میں لکھا اور حضرت عثمانؓ نے اس کی ایک قرأت پر لوگوں کو جمع کیا ـــ یوں یہ کتابی شکل میں امت کے سامنے آیا، اور اسی میں اس کی حفاظت کا راز بھی مضمر تھا ـــ ورنہ آپ جانتے ہیں کہ کچھ لوگ حضورؐ کو "نور من نور اللہ" ثابت کرنے کے شوق میں "اِذْ بَعَثَ فِیْہِمْ رَسُوْلًا" کے بعد نہ صرف "مِّنْ اَنْفُسِہِمْ" کے الفاظ گول کر جاتے ہیں (دیکھئے انوار الفرید، شمارہ زیرِ نظر، صفحہ ۲، سطر ۲)

بلکہ نماز میں آیت "قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ" تلاوت کرنے پر پیش امام کو ملازمت سے ہی فارغ کر دیتے ہیں —— علامہ صاحب! آپ لوگوں کا بس نہیں چلتا، ورنہ اس آیت کو قرآنِ مجید سے ہی خارج کر دیں! —— بہرحال مذکورہ صورتِ حال کے تحت خود ہی اندازہ فرما لیجئے کہ قرآنِ مجید کا کتابی صورت میں آنا کس قدر ضروری تھا؟ —— ویسے بھی جس کام کا ایک پہلو خود حضورؐ انجام دیں، اور اس کا دوسرا پہلو خلفائے راشدینؓ کے ہاتھوں اختتام پذیر ہو، تو کیا آپ کے نزدیک وہ بدعت ہے؟ —— حالانکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

"علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین!"

"تم پر میری سنت کی اتباع لازم ہے اور خلفائے راشدینؓ کی سنت کی اتباع بھی!"

علامہ صاحب! آپ نے سنت کو بدعت کہہ دیا ہے، چنانچہ باقاعدہ یہ الفاظ لکھے ہیں کہ:

"اس بدعت پر مدیر حرمین کیا فتویٰ دیتے ہیں؟"

پس مدیر حرمین کا فتویٰ یہ ہے کہ یا تو رب کے حضور تائب ہو کر اس گستاخی کی معافی مانگیے، ورنہ کتابی شکل میں موجود قرآنِ مجید کو ہاتھ بھی نہ لگائیے —— ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ!"

● آیت میں تعلیمِ کتاب کے علاوہ تعلیمِ حکمت کا بھی ذکر ہے، اور علامہ صاحب! آپ نے دینی مدارس میں بخاری شریف پڑھنے پڑھانے نیز تدوینِ حدیث کو بھی بدعات کی فہرست میں شمار کیا ہے —— لیکن سنئے کہ "صفّہ" خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم کردہ اوّلین دینی مدرسہ تھا —— معلّم و مدرس بھی خود خاتم النّبیّین صلی اللہ علیہ وسلم تھے —— "اصحابِ صفّہ" اس مدرسہ کے باقاعدہ طالبِ علم تھے، بلکہ اصحابِ رسولؐ اللہ میں سے ہر فرد اس اوّلین معلّم و مدرس (صلی اللہ علیہ وسلم) کا شاگرد تھا —— کورس یا نصاب کتاب و حکمت تھا (نہ کہ آپ کے فتاویٰ عالمگیری اور ہدایہ وغیرہ!) —— اور جیسا کہ ذکر ہوا "کتاب" سے مراد قرآنِ مجید ہے، جبکہ "حکمت" سے مراد سنّت و فرامینِ رسولؐ اللہ ہیں —— اور یہ وہی فرامین ہیں جو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت کروائے، ان کی تعلیم دی اور جو آج ہمارے لیے بھی بخاری،

مسلم و دیگر کتبِ حدیث میں موجود ہیں، جنھیں ہم پڑھتے پڑھاتے ہیں! — رہی تدوینِ حدیث کی بات، تو امام مالکؒ کا زمانہ ۹۳ھ تا ۱۷۹ھ ہے، آپؒ نے "مؤطا" مدوّن کی — امام احمد بن حنبلؒ کا زمانہ ۱۶۴ھ تا ۲۴۱ھ ہے، آپؒ نے "مسندِ احمد" ترتیب دی — امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ آپؒ کے شاگردوں میں سے ہیں، جن کا زمانہ بالترتیب ۱۹۴ھ تا ۲۵۶ھ اور ۲۰۶ھ تا ۲۶۱ھ ہے، ان دونوں بزرگوں نے "صحیحین" کو مرتب و مدوّن کیا — اب ظاہر ہے کہ تدوینِ حدیث خیر القرون میں ہوئی، علاوہ ازیں جب قرآنِ مجید کا جمع کرنا سنت سے ثابت ہو گیا تو تدوینِ حدیث کیوں کر بدعت ٹھہری؟ — جب کہ حدیث بھی قرآنِ مجید کی طرح وحی ہے اور "منزل من اللہ"!

— الغرض، اس پورے سلسلہ کی ابتداء حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہوئی اور تاقیامت کتاب و سنت کی نشر و اشاعت، درس و تدریس جاری رہے گی — اس لیے کہ کتاب و سنت دینِ حقہ کے امین ہیں، اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ!" (التوبۃ: ۳۳)

"(اللہ) وہ ذات (ہے کہ) جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا، تاکہ اسے تمام ادیانِ (باطلہ) پر غالب کر دے — اگرچہ مشرکوں کو ناگوار ہی گزرے!"

— شاید یہی وجہ ہے کہ آپ نے اس پورے سلسلہ کو ہی بدعت کہہ دیا ہے! — لیکن یہ نہ سوچا کہ یوں تو پوری امت معاذ اللہ بدعتی ٹھہرے گی — تب آپ اتنے ڈھیر سارے سُنّی کہاں سے آ گئے؟ — ظاہر ہے کہ جب حدیث و سنت کی تدوین ہی آپ کے نزدیک بدعت ٹھہری، جس کے بغیر اس کی حفاظت ناممکن ہے، تو پھر آپ اس کے عامل کیونکر؟ — اور اگر عامل نہیں، تو سنّی کیسے؟ — آخر غور فرما لینے میں کیا حرج ہے؟

علامہ صاحب! — ہماری محولہ بالا آیت، جس کو بنیاد بنا کر ہم آپ کی بنائی ہوئی بدعتوں کو سنت ثابت کرتے چلے آ رہے ہیں، بغور پڑھیے — آیت کے آخری الفاظ "وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ" بالخصوص نوٹ کیجیے! — آیت بتلا رہی ہے کہ معلّمِ کتاب و حکمت کی تعلیمِ کتاب و حکمت کا ثمرہ یہ ملا کہ لوگوں کا تزکیۂ نفس ہوا، اور امت

میں صدیقین و شہداء و صالحین پیدا ہوئے، ضلالت، کفر دور ہوئی ـــ لیکن آپ نے خود کتاب و حکمت ہی کے درس و تدریس اور تحریر و تدوین کو بدعت، یا بالفاظ دیگر ضلالت کہہ دیا ہے، تو کیا آپ ہمیں اپنے استاذِ گرامی قدر کا نام نامی نہ بتلائیں گے جس نے آپ کو یہ تعلیم دی ہے؟

آیت بتلا رہی ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معلم کتاب و حکمت تھے ـــ چنانچہ ان کی تعلیم دیتے ہوئے آپؐ نے امت کو بھی ان کی تبلیغ کا حکم دیا:

"بَلِّغُوا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً!" (متفق علیہ، بحوالہ مشکوٰۃ، کتاب العلم)

"مجھ سے پہنچاؤ، اگرچہ ایک آیت بھی ہو!"

لیکن ساتھ ہی ساتھ خبردار بھی فرما دیا کہ:

"کفٰی بالمرء کذبًا ان یحدث بکل ما سمع" (صحیح مسلم، بحوالہ مشکوٰۃ، باب الاعتصام)

"آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ جو کچھ سنے (بغیر تحقیق) آگے بیان کر دے!"

ـــ نیز فرمایا:

"اتقوا الحدیث عنی الا ما علمتم فمن کذب علی متعمدًا فلیتبوأ مقعدہٗ من النار" (ترمذی، بحوالہ مشکوٰۃ، کتاب العلم)

"مجھ سے حدیث بیان کرنے سے بچو، مگر جس کو جان لو (کہ واقعی یہ میرا ہی فرمان ہے) کیونکہ جس نے مجھ پر دانستہ جھوٹ بولا، اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے!"

پس حدیث کی یہ پہچان کہ یہ صحیح، حسن، ضعیف یا موضوع ہے، نبویؐ حکم ہوا ـ جبکہ اسناد پر جرح کرنا، اقسامِ حدیث کا بیان کرنا بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے ـــ پھر علامہ صاحب، آپ نے انہیں بدعت، کس خوشی میں کہہ دیا ہے؟ ـــ یہی نہیں بلکہ آپ نے ان پر "حرام، کفر، بدعت یا شرک" کے الفاظ استعمال کیے ہیں، کیا یہ فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استہزاء نہیں ہے؟ ـــ اس لیے تو ہم نے لکھا تھا کہ:

"اذا لم تستحی فاصنع ما شئت!"

"جب تجھے حیا مانع نہ رہے، تو جو جی میں آئے کر!"

صحیح مسلم میں روایت ہے، حضرت ابوہریرہؓ بیان فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"یکون فی اٰخر الزمان دجّالون کذّابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا اٰباء کم فایّاکم وایّاھم لا یضلّونکم ولا یفتنونکم" (بحوالہ مشکوٰۃ، باب الاعتصام)

"آخر زمانے میں کچھ دجّال وکذّاب تمہارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے جو نہ تم نے سنیں، نہ تمہارے آباؤ اجداد نے، ان سے بچو اور انھیں بھی بچاؤ ـــــ مبادا وہ تمہیں گمراہ کریں اور فتنہ میں ڈالیں!"

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی سچ ثابت ہوئی، کچھ لوگوں نے ذاتی خواہشات کی تکمیل نیز سستی شہرت حاصل کرنے کے لیے حدیثیں وضع کیں اور لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کیا ـــــ مثلاً آپ لوگوں کی وضع کردہ حدیث "اوّل ما خلق اللہ نوری!" ـــــ تو پھر کیوں نہ فنِ جرح وتعدیل کا اہتمام ہوتا ہے ـــــ لیکن آپ کو یہ اقدام کیا اس لیے راس نہیں آیا، اور اسے بدعت کہہ دیا ہے، کہ آپ لوگوں کو ہمیشہ موضوع اور ضعیف حدیثوں ہی سے مطلب ہوتا ہے، جبکہ صحیح حدیثوں سے آپ کو نہ صرف کوئی سروکار نہیں ہوتا بلکہ ان کا مذاق تک اڑاتے رہتے ہیں ۔ ـــــ مثلاً رفع الیدین سنّتِ محبوبِ ربّ العالمین ہے لیکن آپ لوگ اسے "مکھیاں اڑانے" سے تشبیہ دیتے اور لوگوں کو اس سے دور رکھنے کے لیے "بغل میں بت دبانے" وغیرہ کے بے سروپا قصّے بیان کرتے ہیں ـــــ تب "حرمین" کے ذریعے آخر کیوں نہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ سرانجام دیا جائے ہے ـــــ علامہ صاحب! ـــــ "حرمین"، کتاب وسنت کا خادم ہے، ان کا نقیب ہے، تبلیغِ دینِ اسلام کا ذریعہ ہے، توحید وسنت کا علمبردار ہے، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا داعی ہے، شرک کے لیے برقِ تپاں اور بدعت کے لیے تیغِ بے نیام ہے ـــــ لہٰذا یہ بھی بدعت نہیں، کیوں کہ یہ سب باتیں خود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن میں شامل تھیں! ـــــ ہاں آپ کا "انوار الفرید"، جہاں توحید کا استخفاف کرتا ہے، وہاں شرک کا پرچارک ہے ـــــ سنت کو بدعت کہتا ہے، جبکہ بدعت کو "نیکی" اور "اچھی چیز" باور کراتے ہوئے اس کی وکالت کرتا ہے ـــــ اور چونکہ یہ سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت پر

مبنی ہے، لہٰذا ضلالت ہے، جبکہ ضلالت بدعت کا دوسرا نام ہے!

● علمِ دین سیکھنا سکھانا امت پر فرض ہے ـــــ معلّمِ کتاب وحکمت کا ارشادِ گرامی ہے:

"تعلّموا العلم وعلّموہ النّاس تعلّموا الفرائض وعلموھا النّاس تعلّموا القرآن وعلّموہ النّاس ـــ الحدیث!" (مشکوٰۃ، کتاب العلم)

"علم سیکھو اور لوگوں کو بھی سکھاؤ، علمِ فرائض خود بھی سیکھو اور دوسروں کو بھی سکھاؤ، قرآنِ مجید خود بھی سیکھو اور دوسرے لوگوں کو بھی سکھاؤ!"

ظاہر ہے، یہ حکم صرف عربوں کے لیے نہ تھا، عجمیوں کے لیے بھی تھا ـــ اب قرآنِ مجید کی ایک آیت کے چند الفاظ پیشِ نظر رکھیے، "وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّہٗ" اور "وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھِیْمُ رَبَّہٗ" میں زمین آسمان کا فرق ہے ـــ پہلی بات حقیقت کا اظہار ہے، دوسری بات خلافِ واقعہ ہے ـــ پہلی بات ربِّ ذوالجلال کی عظمت کی ترجمانی ہے، جبکہ دوسری بات ربّ العزت کی بارگاہ میں شدید ترین گستاخی ہے ـــ اعرابِ قرآنی کی بات ہو چکی، دونوں کلمات میں فرق وتمیز روا رکھنے کے لیے علمِ نحو کی ضرورت ہے یا نہیں؟ ـــ وَعَلٰی ھٰذا القیاس، علامہ صاحب! علمِ صرف ونحو اور منطق وغیرہ کتاب وسنت کے لیے علومِ خادمہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کے معاون، جن کے بغیر امت (بالخصوص عجمی لوگ) اُس کتاب کو سمجھنا تو کجا، درست پڑھ تک نہیں سکتے جو رہتی دنیا تک کے مسلمانوں کے لیے راہنما ہے ـــ جو "ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ" ہے اور جس پر عمل پیرا ہونے کی جزا جنت، اور جس سے روگردانی کا نتیجہ جہنّم ہے ـــ لیکن آپ نے ان علوم کے پڑھنے پڑھانے کو بھی بدعت کہہ دیا ہے، تو کیا اس لیے کہ لوگ انھیں ضلالت سمجھ کر ان کے قریب تک نہ بھٹکیں اور کتاب وسنّت سے بے بہرہ رہ کر جائیں جہنم میں، آپ کی بلا سے؟ ـــ آپ کی تو عید میلاد کھری رہے! ـــ ہاں اگر آپ ان علوم کی بجائے کتاب وسنت کی تعلیم کے لیے اپنی خدمات پیش فرمائیں گے، تو خود آپ بھی تو عجمی ہیں اور آپ کی املا تک درست نہیں ـــ حتّٰی کہ "علی الاطلاقہ" کو "علی الطّلاقہ" لکھتے ہیں (دیکھیے، "انوار الفرید" شمارہ زیرِ نظر، ص۳۲، کالم ۲ سطر ۳) ـــ حالانکہ آپ مفتی ہیں، بلکہ اس مضمون کا عنوان ہی "مفتی" ہے ـــ اور اوپر چوکٹھہ میں لکھا ہے:

"حضرت قبلہ ابوالنصر صاحب صدر مدرس جامعہ فریدیہ کتاب وسنت کی روشنی میں آپ کے سوال کا جواب دیتے ہیں۔"

تاہم ذیلی سطور میں بجائے سنت کے بدعت کی وکالت فرمائی ہے — یعنی وہی عبارت لکھی ہے، جس پر ہم تبصرہ کر چکے ہیں:

"یہ حضرات بدعت کا ذکر کر کے لوگوں کو نیکی سے دور کرتے ہیں حالانکہ بدعتِ حسنہ اچھی چیز ہے..... الخ!"

تو جب "حضرتوں، قبلوں، مفتیوں اور صدر مدرسوں" کا حال یہ ہے، تو عام لوگ بیچارے کیا کریں گے، جب کہ علومِ صرف و نحو کی سہولت بھی، ان علوم کو بدعت کہہ کر، ان سے چھینی جا رہی ہے؟

● زکوٰۃ کی تقسیم قرآنی حکم ہے — علامہ صاحب، کیا نقدی کی صورت میں زکوٰۃ کی تقسیم آپ کے نزدیک بدعت ہے؟ — اور کیا اسی لیے جتنے بھی پیرانِ طریقت ہیں، وہ "دینے" کی بجائے صرف "لینے" کے قائل ہیں؟ — ہاں اگر آپ زکوٰۃ دیتے ہیں تو اس کے لیے کون سا سکہ استعمال کرتے ہیں؟ — رائج الوقت، یا زکوٰۃ میں کھوٹے سکے استعمال فرماتے ہیں؟ قرآنِ مجید میں تو ہے:

"وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ — الآية!" (البقرة: ۲۶۷)

"جو کچھ تم خرچ کرتے ہو، اس میں سے گندی چیز کا ارادہ نہ کرو، جب کہ خود اس کو لینے والے نہیں، ہاں نظروں سے رہ جائے تو الگ بات ہے!"

لیکن آپ نے رائج الوقت کھرے سکوں کی تقسیم کو بھی بدعت کہہ دیا ہے! — ذرا وضاحت فرما دیں کہ کیا صرف یہ نوٹ دینا ہی بدعت ہے یا لینا بھی؟ — کیونکہ لیتے تو آپ بھی ہیں، اس کے باوجود صرف ہمارے بارے آپ نے یہ لکھا ہے کہ:

"زکوٰۃ کی تقسیم میں تصویر والا نوٹ ادا کیا جاتا ہے جسے آپ اپنے مدارس کے لیے وصول کرتے ہیں!"

حضرت، ہم نے عرض کیا نا کہ لیتے تو آپ بھی ہیں — ہاں فرق یہ ہے کہ ہم جائز سمجھ کر لیتے ہیں، آپ بدعت سمجھ کر! — ہمارے ان مدارس میں کتاب و سنت پڑھائے جاتے ہیں، جبکہ آپ کے مدارس میں جو کچھ پڑھایا جاتا ہے، اس کا حشر آپ دیکھ ہی رہے ہیں — ہمارے ہاں ان نوٹوں کا مصرف خدمتِ دینِ اسلام ہے، جب کہ آپ انہی نوٹوں کے ذریعے

نذرانے اور شیرینیاں بھی وصول کرتے ہیں جو آپ کے صرف ذاتی استعمال میں آتے ہیں —
"فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ !" — "اگر آپ جانتے ہیں (تو ارشاد فرمائیے کہ) ہر دو فریق میں سے امن کا زیادہ حق دار کون ہے؟"

رہی بات تصویر کی، تو آپ لوگ جس قدر زور بدعت کی نشر و اشاعت پر دیتے ہیں، اگر اس کا عشر عشیر بھی اس تصویر کی مخالفت پر دیتے تو ان نوٹوں پر سے یہ تصویر کب کی غائب ہو چکی ہوتی!

علامہ صاحب، ہم نے آپ کے مذکورہ بالا تمام سوالات کے جوابات عرض کر دیئے ہیں — صرف کتاب و سنت کے پریس میں چھپنے کی بات باقی ہے — تو اگر یہ بھی آپ کے نزدیک بدعت ہے، تو انھیں ہاتھ سے لکھ لیا کریں، آپ کو کون منع کرتا ہے؟ — ہاں یہ احتیاط ملحوظِ خاطر رہے کہ وہی قلم دوات استعمال فرمائیں جو حضور نے استعمال کروائی تھی، نیز کسی ایسے نسخے سے دیکھ کر، جو ہاتھ ہی کا لکھا ہوا ہو! — کیونکہ آپ کے نزدیک بدعت کی تعریف "احداث مالم یکن فی عہد رسول اللہ" ہے — بلکہ آپ کا یہی رویہ ان تمام امور کے بارے ہونا چاہیے، جنھیں آپ نے بدعت قرار دیا ہے، لہٰذا بڑے شوق سے انھیں چھوڑ دیں! — لیکن اندریں صورت آپ کے نزدیک "سنّت" صرف وہ چیز ہوگی کہ جس کا کتاب و سنت میں کوئی اشارہ تک موجود نہ ہو، جسے صحابہ کرامؓ نے اختیار نہ کیا، تابعینؒ نے درخورِ اعتناء نہ جانا، جسے تبع تابعینؒ نے لِفٹ نہ دی، جس کا خیر القرون میں نام و نشان تک نہیں ملتا، اور باقی ساری امت کو چھوڑ کر صرف فرقہ بریلویہ جس کا قائل ہے — مثلاً ختم، قل، تیجہ، ساتواں، دسواں، گیارھویں (چھوٹی اور بڑی) چالیسواں، عید میلاد، رجب کے کونڈے — الغرض ہر وہ چیز جس کا تعلق "تناول فرمانے" اور "نوش جان فرمانے" سے ہے — چنانچہ آج آپ کا دین انہی رسومات کا مجموعہ ہو کر رہ گیا ہے — تاہم یقین فرمائیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ دین و شریعت سے انھیں کوئی نسبت ہی نہیں — انھیں نسبت ہے تو صرف پیٹ پرستی اور ذاتی حرص و ہوس سے! — پس واقعتاً یہ وہ بدعات ہیں کہ جن کے باعث ایک دنیا دین ہی سے برگشتہ ہو کر الحاد کی طرف مائل ہوتی چلی جا رہی ہے — سچ فرمایا تھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے:

"کلّ محدثة بدعة وکلّ بدعة ضلالة وکلّ ضلالة فی النار"

"دین میں ہر نئی بات بدعت ہے، ہر بدعت ضلالت ہے اور ہر ضلالت جہنم رسید ہوگی!"

علامہ صاحب، مذکورہ سوالات کے علاوہ آپ نے دو سوال اور بھی کیے ہیں، جن میں قائداعظم اور علامہ اقبال کا یوم پیدائش منانے نیز علامہ احسان الٰہی ظہیر کی برسی منانے کا تذکرہ کرتے ہوئے انھیں بھی اپنی عید میلاد کے جواز میں پیش کیا ہے — لیکن آپ کی یہ کوشش بھی ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہے! — جہاں تک یوم پیدائش منانے کا تعلق ہے، ہم اس کے قائل ہی نہیں — رہی علامہ مرحوم کی برسی، تو دروغ بر گردنِ راوی، ہاں اگر واقعی یہ کسی نے منائی ہے تو غلط کیا ہے — ہم اس کی بھی وکالت نہیں کریں گے — کیونکہ ہمارا مسلک کتاب وسنت ہے، لوگوں کے اقوال وافعال نہیں!

الغرض علامہ صاحب!

آپ عید میلاد کے ثبوت میں کوئی شرعی دلیل پیش نہیں کر سکے، بس انہی سوالات سے آپ نے اس کے جواز پہ دلائل کا کام لینا چاہا تھا — لیکن ہم نے آخری دو سوالات سے متعلق اپنی برأت کا اظہار کر دیا، جبکہ پہلے چھ سوالات کا شافی اور تفصیلی جواب عرض کرتے ہوئے، ان میں مذکور آپ کی تمام باتوں کا شرعی ثبوت کتاب وسنت سے مہیا کر دیا ہے — نتیجہ یہ کہ عید میلاد وہی بدعت کی بدعت ہی رہی! — تب مضمون کے آخر میں آپ نے وزارتِ تعلیم کو، ساتویں کی اردو کی کتاب میں، مضمون "جشن عید میلاد النبی" شامل کرنے پر خراجِ تحسین کس خوشی میں پیش کیا ہے؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی میں بدعات کو فروغ دینے پر، یا جہالتوں اور حماقتوں کے پلندے اس مضمون پر، جس کا نوٹس ہم نے "حرمین" کے اداریہ، بعنوان "نصابِ تعلیم میں فرقہ وارانہ، جاہلانہ مواد" میں لیا تھا؟ — علامہ صاحب، آپ نے "انوار الفرید" میں ہمارے اسی اداریہ کا تعاقب کیا ہے، لیکن آپ نے ہماری گزارشات کی طرف توجہ ہی نہیں دی، جب کہ ہم آپ کی ایک ایک بات کا جواب دے رہے ہیں — ہم نے لکھا تھا کہ اس نصابی کتاب کے مرتبین میں ایک صاحب "وقار بن الٰہی" یعنی "خداوندِ قدوس کے بیٹے وقار صاحب" بھی شامل ہیں — آپ نے ہماری اس بات کا جواب کیوں نہیں دیا؟ — ہم نے اس کا یہ فقرہ بھی نقل کیا تھا کہ:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیک و آلہٖ وسلم"

پھر اس میں موجود اغلاط کی نشاندہی کی تھی ـــــ ظاہر ہے، کسی نصابی کتاب میں ایسی فاش غلطیاں باعثِ شرم ہیں اور اس قوم میں فکر و دانش کے فقدان کا مظہر، کہ جس کا یہ نصابِ تعلیم ہو! ـــــ لیکن آپ نے ہماری اس گزارش پر بھی نظرِ کرم نہیں فرمائی! ـــــ علاوہ ازیں ہم نے نصاب میں شامل آپ کے اس محبوب مقالہ پر تبصرہ کرتے ہوئے اس کا یہ شعر بھی نقل کیا تھا:

محمد مصطفےٰ صلِّ علیٰ کی آج آمد ہے
حبیبِ کبریا صلِّ علیٰ کی آج آمد ہے

پھر اس کے عربی الفاظ کا ترجمہ کرتے ہوئے اس کی "فصاحت و بلاغت" کی طرف توجہ دلائی تھی ـــــ یعنی:

محمد مصطفےٰ درود بھیج اوپر کی آج آمد ہے
حبیبِ کبریا درود بھیج اوپر کی آج آمد ہے

پھر گزارش کی تھی کہ:

"قومی ریویو کمیٹی کو یہ مضمون پاس کرتے وقت مضمون نگار سے یہ تو پوچھ لینا چاہیے تھا کہ وہ ساتویں جماعت کے طالب علموں کو کیا پڑھانا چاہ رہے ہیں"

لیکن آپ نے اس جاہلانہ شعر پر ہمارے اس تبصرہ کو بھی نظر انداز فرما دیا، حالانکہ یہ کوئی اختلافی مسئلہ نہ تھا ـــــ اور الٹا یہ لکھ مارا ہے کہ:

"وزارتِ تعلیم نے بارگاہِ رسالت میں نذرانۂ عقیدت پیش کر کے اپنی عاقبت کا بھلا کیا ہے!"

ـــــ علامہ صاحب، عاقبت کا بھلا کیا بدعات کو فروغ دینے سے ہوتا ہے؟ اور نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کے لیے جہالتوں کے ڈھیر لگانے کے علاوہ کیا دوسری کوئی صورت ممکن نہیں؟

خیر ہمیں آپ سے اسی کی توقع بھی تھی، کیوں کہ آپ تو خود اسی راہ کے مسافر ہیں ـــــ آپ کے درج ذیل الفاظ آپ کی اصل منزل کی نشاندہی کرتے ہیں:

"ہمارا مطالبہ ہے کہ ملک کا مزاج انتخابی اور اکثریتی ہے، اس ملک میں سیاست

کے تمام مسائل ووٹوں کی اکثریت کے اصول پر طے ہوتے ہیں، لہٰذا ملک کے مذہبی مسائل کو بھی اسی نہج پر حل کیا جائے"!

معاف فرمایئے گا علامہ صاحب، شرعی مسائل کتاب و سنت کی بنیادوں پر طے ہوتے ہیں، اکثریت کی بناء پر نہیں ــــ کیونکہ حق حق ہی ہوتا ہے، خواہ اس کے ماننے والے تھوڑے ہوں ــــ ورنہ ارشاد فرمایئے، حضرت ابراہیمؑ اپنی پوری قوم کے مقابلے میں کیا تنہا حق پر نہیں تھے؟ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کفارِ مکہ کی بھیڑ کے مقابلے میں اس وقت بھی حق پر نہ تھے، جب آپؐ کے ساتھ صرف چند جانثار تھے؟ ــــ قرآنِ مجید میں بھی ہے:

"قَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ"

"میرے شکر گزار بندے تھوڑے ہیں!"

ــــ اور باطل باطل ہی ہوتا ہے، خواہ اس کے ماننے والے اکثریت میں ہوں ــــ اسی لیے اللہ رب العزت نے مختلف مقامات پر فرمایا:

"وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ" ــــ "وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ" ــــ "وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ" ــــ "وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُونَ"

یعنی اکثریت تو "فاسقوں، نامعقولوں، بے علموں اور جاہلوں" کی ہوتی ہے!

حتیٰ کہ علامہ اقبال بھی، جن کے یومِ پیدائش سے آپ نے اپنی عیدِ میلاد پر استشہاد کیا ہے، فرماتے ہیں ؎

گریز از طرزِ جمہوری غلامِ پختہ کارے شو
کہ از مغزِ دو صد خر فکرِ انسانی نمی آید!

علاوہ ازیں آج بھی روئے زمین پر مسلمان تھوڑے ہیں اور دینِ حق کو قبول نہ کرنے والے اکثریت میں ہیں ــــ کیا فرماتے ہیں مفتیٔ جامعہ فریدیہ ساہیوال اس مسئلہ میں کہ ان کفار کو کیا برحق قرار دے دیا جائے؟

ع جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی!

ــــ اور آپ کے مضمون کا آخری فقرہ یہ ہے علامہ صاحب کہ:

"ہمارا مطالبہ ہے کہ نصابِ تعلیم میں تحریکِ پاکستان کے ہمنوا علماء و مشائخ کے کارناموں کو شامل کیا جائے اور نصاب کمیٹی میں علماء کو بھی رکھا جائے"!

لیکن یہ بات بھی آپ کو راس نہیں آئے گی ــــ کیونکہ تاریخ بتلاتی ہے، تحریکِ پاکستان میں آپ کے علماء و مشائخ نے جو کارنامے سرانجام دیئیے، وہ صرف کفر کی مشین گنیں چلانے تک محدود تھے ــــ اور ان کا ہدف بانیٔ پاکستان محمد علی جناح، ڈاکٹر اقبال اور مسلم لیگ سمیت تحریکِ پاکستان کی تمام حامی جماعتیں تھیں ــــ تفصیل کے لیے دیکھیے اپنی کتابیں "تجانب اہلِ سنّہ" "مسلم لیگ کی زرّیں بخیہ دری" ــــ وغیرہ! ــــ یہ وہ وقت تھا، جب علمائے حق کو پھانسیوں پر چڑھایا جارہا تھا، عبور دریائے شور کی سزائیں سنائی جارہی ہیں اور انھیں کالے پانی روانہ کیا جارہا تھا ــــ جبکہ آپ کے علماء و مشائخ ہندوستان کو "دارالحرب" کی بجائے "دارالاسلام" قرار دے رہے تھے، اور حکومتِ انگلشیہ کی حمایت میں فتوے لکھ کر امن چین کی بانسری بجا رہے تھے!

رہی بات نصاب کمیٹی میں علماء کو رکھنے کی، تو پہلے بھی اس میں جو "علمائے کرام" جمع ہیں، وہ آپ ہی کے ماتھے کا جھومر تو ہیں ــــ جو مضمون از قسم "جشنِ عید میلاد النّبی" ترتیب دے رہے ہیں، اور جن کے "علم و فضل" کے چند نمونے ہم نے آپ کی خدمت میں پیش کیے! ــــ ہاں اگر مزید کی ضرورت ہو تو مولانا الیاس قادری صاحب کو بھی بھیج دیجئے، وہ کم از کم ضمیریں ہی درست کر دیا کریں گے ــــ یعنی:

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہ" (انوار الفرید صفحہ ۱۲، سطر ۴، شمارہ زیرِ نظر)

مختصراً!

۵ــــ اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ!

علامہ صاحب، ہماری آخری گزارش یہ ہے کہ یا تو عید میلاد کا شرعی ثبوت مہیا کیجیے، پوری امتِ بریلویہ آپ کی سپاس گزار ہوگی ــــ اور یا نصابِ تعلیم سے اس مضمون کو خارج کرانے کی سعی و تگ و دو کرتے ہوئے اپنی عاقبت کا بھلا سوچئے! ــــ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو ــــ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین، و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ رسولہ وصحبہ اجمعین!